© rasailojaraid.com

اقبال و رفسطائیت

از محترمہ حمیدہ سلطان صاحبہ

ڈاکٹر اقبال فلسفی اور شاعر ہیں۔ یہ فیصلہ کرنا آسان نہیں کہ وہ شاعر فلسفی ہیں یا فلسفی شاعر۔ اقبال کے وجود میں قدرت نے اس انداز سے فلسفہ و شاعری کو سمویا ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے سے الگ کر کے دیکھنا ناممکن ہے۔ اقبال کی شاعری اور فلسفہ دونوں بلند ہیں۔ شاعری فلسفہ کی بدولت اور فلسفہ شاعری کی بنا پر۔

غالب و اقبال | غالب کے بعد ہندوستان میں اقبال ہی ایسا شاعر ہوا جس کی حکیمانہ بصیرت نے ذرہ سے لیکر آفتاب تک کی ہر چھپی اور کھلی حقیقت کا جائزہ لیا اس نے دل کی گہرائیوں میں اتر کر اس کے گوشے گوشے کو ٹٹولا۔ اس کا طائرِ فکر زمین سے اُڑا اور بیک پرواز آسمانوں کی اس نورانی خلوت گاہ تک جا پہنچا جس کے قریب فرشتوں کو بھی پر مارنے کی مجال نہیں۔ یعنی جہاں باطن ظاہر ہے ان بلندیوں پر پہنچکر اقبال نے کہا ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

غالب کی طرح اپنے وسیع خیالات کو لفظی جامہ پہنانے کے لئے اقبال کو بھی اردو کا دامن تنگ نظر آیا۔

اقبال کی شاعری کے تین دور | ڈاکٹر اقبال کا کلام تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جن میں سے پہلا وہ ہے جس میں انھوں نے پرانے مذاق کی تقلید کے ساتھ ایک نئی وضع بھی قائم رکھی۔ دوسرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حصے میں اس کی اصل طبیعت اور مذاق کی کرنیں پھوٹتی نظر آتی ہیں اور تیسرے دور میں اقبال کی پوری شخصیت سامنے آجاتی ہے ان تینوں حصوں کی حد بندی نہیں کی جاسکتی۔

شروع کے کلام میں بعض رجحانات ایسے بھی ہیں جو آخر تک اقبال کے کلام کی خصوصیت رہے اور آخری دور میں بعض جگہ ایسا انداز بھی اس مفکر شاعر نے اختیار کیا جس کا قیاس بھی اس کی اوائل عمری کا کلام پڑھ کر نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ بات صاف ہے کہ پہلا دور تجرباتی تھا جب شاعر کا طائرِ فکر پر تول رہا تھا اور مختلف میدانوں میں اس کا والہانہ تخیل گامزن تھا۔ یہی زمانہ ہے جب ہندوستان کی پست حالت دیکھکر اقبال کے دل میں درد اٹھا اس درد کی پہلی کسک سے "ترانۂ ہندی" "تصویرِ درد" "نیا شوالہ" جیسی دلکش نظمیں شاعر نے لکھیں اور یہ دلی تڑپ بعد میں "شکوہ" میں پورے شباب پر نظر آئی۔ لیکن ادبی نقطۂ نگاہ سے اس دور کی بہترین نظمیں "حقیقتِ حسن" اور "اخترِ صبح" ہیں نظم کا یہ دلرباطرزِ تخیل کی یہ نازک گلکاریاں غالب کے بعد اقبال کو قدرت نے پوری فیاضی سے عطا کی تھیں اور اس وقت بھی جب اس کا دماغ مذہب و فلسفہ کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف تھا اس کا شاعرانہ دل، دلاویز اچھوتے تخیل کے نت نئے کرشمے دکھا رہا تھا۔

اقبال کے کلام کا دوسرا دور جذبۂ ذہنی کی بیداری سے شروع ہوتا ہے یہ وہ زمانہ تھا، جب شاعر تعلیم کے سلسلے میں یورپ گیا تاریخ و فلسفہ کے مطالعہ اور دنیا کے مشاہدے نے اقبال کو شخصی اور اجتماعی زندگی کی تعمیر کے وہ طریقے بتائے جنہیں معلوم کرنے کی اس کو پہلے آرزو تھی مغربی ممالک کی سیاحت اور وہاں کے مفکرین مدبرین سے تبادلۂ خیالات کرنے کے بعد اسلامی دنیا کی پستی اور بیچارگی دیکھکر اقبال کے حساس دل پر ایسی کاری ضرب لگی کہ اس چوٹ کے اثر سے وہ تلملا گیا اس نے بیقرار ہو کر بارگاہ الٰہی میں شکوہ کیا "شمع اور شاعر" "خضرِ راہ" "طلوعِ اسلام"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقبال کی اسی دل کی چوٹ کی آہیں ہیں۔

جیسے جیسے شاعر کا ذہن خودی اور بے خودی کے فلسفے میں ڈوبتا گیا وہ ایک نئی زبان کی ضرورت محسوس کرتا گیا آخرکار فارسی میں اس نے لکھنا شروع کیا۔ مثنوی اسرار و رموز"۔ پیام مشرق" "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" میں اقبال نے شخصیت کی تعمیر کے تمام گر بتائے ہیں لیکن فارسی ہو یا اردو اپنے تمام کلام میں سیاسی اور معاشرتی مسائل پر اس نے زیادہ توجہ دی۔ اقبال نے ان مسائل کا جو حل بتایا ہے اس کے پیش نظر اقبال کو فسطائی شاعر کہنا اس پر پرلے درجہ کا ظلم ہے۔ اس کی کئی نظموں میں سرمایہ داری اور ملوکیت مٹانے کی خواہش اور کسان و مزدور کو ظلم سے بچانے کی تمنا ہے لیکن اس کی انقلاب پسندی کسی سرپھرے سوشلسٹ کی بکواس نہیں ہے نہ اقبال کا پاکیزہ دل روس کی سوشلزم سے متاثر تھا وہ تو اس مساوات اور اخوت کا حامی تھا جس کی تعلیم اب سے تیرہ سو سال قبل ہادی برحق حضرت محمد صلعم نے دی تھی۔ جس کی نظیر اس متمدن زمانے میں شرق سے تا غرب نہیں مل سکتی۔

اقبال نے جس خیال کو لیکر شعر کا جامہ پہنایا وہ قرآن پاک تعلیم تھی اشتراکی تصورات نہ تھے۔ اقبال اپنی انقلابی اسپرٹ کے لحاظ سے ایک حد کے اندر رہتا ہے یہ دھوکا چند مسلمان نقادوں کو اس لئے ہوا کہ ان سب نے نہ تو اصل اسلام کو سمجھا ہے اور نہ اقبال کی اصل شاعرانہ عظمت کا ہی جائزہ لیا ہے حالانکہ وہ انسان کی انفرادیت اور خود مختاری کا سب سے بڑا علمبردار ہے کہتا ہے۔

فطرت کو خود کے روبرو کر — تسخیر مقام رنگ و بو کر
تاروں کی فضا ہے بیکراں — تو بھی یہ مقام آرزو کر
بے ذوق نہیں اگرچہ فطرت — جو اُس سے نہ ہو سکا وہ تو کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقبال کا یہ شعر اس کی اصل دینی اسپرٹ کو پوری طرح واضح کرتا ہے۔

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ مسجد پہ
یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

اس شعر میں جو روحِ عمل ہے جو پیغام ہے جو جھلکی ہے کیا یہ وہ نہیں ہے؟ کہ اقبال مسلمانوں کو محض نماز روزوں تک محدود رکھنا نہیں چاہتا بلکہ وہ اسی استقامت اسی روحِ جہاد کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اسلام کی اصل روح ہے، اس کی انقلابی روح کا ہی اعجاز ہے جو وہ بے ساختہ کہتا ہے۔

تھا ارنی گو کلیم، میں ارنی گو نہیں
اس کو تقاضہ روا مجھ پہ تقاضہ حرام

انسان کو اپنی عظمت اپنی بلندی کا اندازہ اس بلند فکر شاعر کے کلام میں ملتا ہے۔

عروجِ آدمِ خاکی سے منتظر ہیں تمام
یہ کہکشاں یہ ستارے یہ نیلگوں افلاک

قدم قدم پر اقبال انسان کو ہر دام سے آزادی دلانے کی کوشش کرتا ہے۔

پیری میں فقیری میں شاہی میں غلامی میں
کچھ کام نہیں بنتا بے جراتِ رندانہ

مکمل خود مختاری براہِ راست عمل کامل انسانی شرف و مجد اور بجلی کی طرح چمکتی ہوئی جدوجہد ہی تعلیم اقبال کی شاعری کا وہ مخصوص فرض منصبی ہے جو کسی دوسرے شاعر کے کلام میں ابھی تک نہیں ملتی۔

وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ و خشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے

اقبال کو ہندوستان کی آزادی اور آبرو کا اتنا ہی خیال تھا جتنا کہ اتحاد کے بڑے سے بڑے علمبرداروں کو مسلمانوں کو غیرت دلانے بیدار کرنے اور خودی کا جام پلانے سے اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی اور اپنے دیس والوں کی فکر کریں ہندوستان کو آزاد کریں اور اسکو افلاس و نکبت سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نجات دلائیں۔ اقبال نے اپنے مذہب اور اپنی ملت کی خاطر قومیت کی مخالفت کی اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ قومیت کا تصور کچھ ایسی فضا بنا دیتا ہے جس میں شاعری تو کیا انسانیت بھی نہیں پنپ سکتی قومیں بنتی ہیں ایثار و خدمت صداقت کے بھرپور جذبوں سے عدل و انصاف و رواداری اور انسانیت کی قدر پہچاننے سے اس کے لئے ولولوں کی ضرورت ہے نہ نعروں کی ہم میں کام کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو ظاہری ڈھونگ بیکار رہے۔ دنیا میں اقبال نے اپنے کلام کی بدولت شہرت پائی لیکن اس کی باعظمت شخصیت کا بھروسہ صرف ایک شعر کہنے کی صلاحیت پر نہ تھا وہ اتنا بڑا مفکر اتنا فلسفی اور ایسا متبحر عالم تھا کہ مشرق و مغرب میں شاید ہی کوئی اس جیسا جامع صفات انسان اب پیدا ہو سکے، اقبال کا مطالعہ اتنا وسیع اور مشاہدہ ایسا عمیق تھا کہ شاعری اور فلسفہ دونوں مل کر بھی اس کا حوصلہ پورا نہ کر سکے وہ بذات خود ایک پورے ادارے کی حیثیت رکھتا تھا ایک جانب اس کا دماغ مشہور جرمن مفکر نٹشے سے بہت متاثر تھا تو دوسری جانب مولانا روم کے فلسفہ کا والہانہ رنگ اقبال کو اپنے میں جذب کر چکا تھا اس لئے وہ جو کچھ بھی کہتا تھا اس میں حکمت و فلسفہ شعر و ادب کا بہترین امتزاج ہوتا تھا اور اس کی بتائی ہوئی راہ صراطِ مستقیم کی حیثیت رکھتی تھی۔ اقبال کی تصانیف میں شاہین کا فقیر و درویش ہونا، زردشت کے وعظ سے بہت قریب ہے جس میں وہ اپنے کوہستانی نشیمن کو اس لئے پسند کرتا ہے کہ وہاں سے عقاب اور ستاروں کی ہمسائیگی نصیب ہے۔

سیاسی افکار اور نصب العین کا جہاں تک تعلق ہے اقبال کی سیاست کے کئی پہلو تھے ایک طرف تو وہ اور بلند پایہ مفکرین و مصلحین کی طرح تمام نوعِ انسان کی بہتری کے متعلق سوچتا تھا محض مخصوص گروہوں کے متعلق سوچنا عملی سیاست دانوں کا کام ہے اعلیٰ درجے کا شاعر یا مفکر مخصوص گروہوں پر ہی اپنی توجہ نہیں دیتا اقبال کی طرح جرمنی کا سب سے بڑا شاعر گوئٹے ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کا زمانہ جرمنی کا نہایت پُرآشوب زمانہ تھا جبکہ نپولین نہ صرف جرمنی کو بلکہ تمام یورپ کو تباہ و برباد کررہا تھا گوئٹے اس تمام ہنگامہ سے کچھ ایسا بے تعلق رہا کہ بعض نقادوں نے کہا کہ اس میں جذبہ حب الوطنی بالکل نہ تھا اقبال کے متعلق بھی صورتِ حال اسی قسم کی ہے۔ اس درد مند دل رکھنے والے شاعر نے شروع میں حب وطنی کے عام جذبات کے ماتحت ایسی پُرجوش نظمیں لکھیں جن سے بہتر آج تک اور کوئی شاعر نہیں لکھ سکا لیکن اس دور کے بعد اقبال کی دوربیں نظر وطن سے بے تعلق تو نہیں ہاں بلند ہوگئی اور وہ قرآن حکیم کے اس نقطے پر آکر ٹھیر گئی "کہ کسی قوم میں حقیقی طور پر تغیر جب ہی ہو سکتا ہے جب اس قوم کے لوگوں میں تغیر پیدا ہو جائے" سیاست داں کی نظر صرف ظاہر پر پڑتی ہے اور وہ صرف ظاہری اصلاح کر سکتا ہے لیکن ایک مصلح کی نظر اساسیات پر پڑتی ہے اور سیاست داں کے مقابلے میں بہت گہری اور دوررس ہوتی ہے۔ سیاست داں محض ابن الوقت ہوتا ہے اور معاملات کی گتھیاں جیسے جیسے پیدا ہوتی ہیں ان کو سلجھانے کے لئے قاعدے قانون بناتا رہتا ہے جن کی تہ میں کوئی پائیدار حقیقت نہیں ہوتی اس لئے ہمارا مفکر شاعر اپنے اہلِ وطن کے دلوں میں ایسے جذبات پیدا کرنا چاہتا تھا جس میں محض یورپ کی قوم پرستی کی بیجا تقلید نہ ہو بلکہ عدل و انصاف کا راستہ صالحانہ جدوجہد سے سب کے لئے کھل جائے۔ وطن کی صحیح محبت اقبال کے دل میں آخر دم تک موجود رہی اور وہ اس کو ایک فطری جذبہ خیال کرتا تھا۔ اپنی آخر عمر کی فارسی نظموں میں جہاں کہیں وہ ہندوستان کا ذکر کرتا ہے اس کے بیان میں بڑا درد و سوز و گداز ہوتا ہے وہ ہر قسم کی غلامی سے بیزار تھا اور اپنے وطن کو نہ صرف سیاسی بلکہ اقتصادی، عقلی، مذہبی اور اخلاقی غلامی سے بھی آزاد دیکھنا چاہتا تھا۔ اقبال کی پوری شاعری اسی تخیل کی آئینہ دار ہے۔ اس شاعر نے اسلام کا وہی اصلی خاکہ مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے جو رنگ و نسل اور خون کے امتیاز کی وجہ سے کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قوم یا شخص کو بڑا یا چھوٹا نہیں سمجھتا اقبال اس بیسویں صدی کے مسلمان میں بھی بلالؓ کی روح علیؓ کی شجاعت، عثمانؓ کی حیا، عمرؓ کا تدبر اور ابوبکرؓ کی صداقت دیکھنی چاہتا تھا۔ یہ چاہنا کیا بُرا چاہنا تھا؟ اس کے نزدیک انسان میں قوتِ مشاہدہ کا ہونا ضروری ہے اس کے بغیر اس کی انسانیت مکمل نہیں ہوسکتی اس نے اپنے کلام میں جا بجا اس صفت کے حصول پر زور دیا ہے۔ پیامِ مشرق میں جہاں آدم کی پیدائش کا ذکر ہے وہاں پہلے شعر کا یہ مصرعہ اقبال کے خیال کو پورے طور پر واضح کرتا ہے۔

حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد

اس میں یہ اشارہ ہے کہ خود نگر ہونا ہر انسان کے لئے لازمی ہے۔ اقبال صرف ہندوستانی ہی نہیں مسلمان بھی تھا۔ اسی نقطۂ نظر سے وہ تمام ہندوستانی مسلمانوں کا نمایندہ بھی تھا جہاں تک سیاست کا تعلق گروہوں کی اصلاح وارتقا سے ہے وہ جس طرح ہندوستان کی آزادی اور اس کے لئے اعلیٰ درجے کے اقتدار کا آرزو مند تھا اسی طرح وہ تمام اسلامی دنیا کی آزادی اور اس کی ترقی کا متمنی تھا۔ ہندوستان کے بعض غیر مسلم حضرات مسلمان کی اس فطرت سے آشنا نہیں ہیں چنانچہ جب کوئی مسلمان ہندوستان سے باہر کی اسلامی دنیا کے متعلق دلچسپی یا جوش اور جذبے کا اظہار کرتا ہے تو وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ ہندوستان کو اپنا وطن نہیں سمجھتے اور وطن پرست یا قوم پرست بھی نہیں ہیں ہر صحیح الفطرت مسلمان ہندوستان کی پستی، جہالت، غلامی سے اتنا ہی دلگیر ہے جتنا کہ اور کوئی غیر مسلم ہندوستان کی عزت کے لئے۔ ہر ہندوستانی کے لئے خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ہندوستان کی عزت اس کی اپنی عزت ہے، ہندوستانی مسلمان کا وجود مادرِ ہندوستان کی خاک سے اُبھرا ہے اور اس میں وہ پیوند ہو جائے گا لیکن اسلام نے ایک مسلمان کو ایک ایسی برادری کا بھی رکن بنا دیا ہے جو جغرافیائی حدود سے ماوریٰ ہے مراکش اور چین کے مسلمان کی سیاسی اور تمدنی کشمکش کے ساتھ بھی اس کے دل کو وہی رابطہ ہے جو خود اپنے وطن کی جدوجہد سے ہے۔ مسلمان کی وسعتِ قلب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں وطن کے لئے ایک نہایت عزیز مقام موجود ہے لیکن وطن سے علاوہ عالمگیر اسلامی برادری کو بھی وہ اپنے دل سے الگ نہیں کر سکتا۔

اقبال نے شہنشاہیت، سرمایہ داری اور جاگیرداری کو اسلام کی تعلیم کے بالکل خلاف قرار دیا ہے غلامی و محکومی کو انسان کے لئے مہلک بتایا، جمہوریت، اخوت، مساوات اور آزادی کی بنیاد پر انسانی سماج کی تعمیر کا مشورہ دیا اس وجہ سے اقبال کا کلام حیات و عمل کا ایک زندہ جاوید پیام بن گیا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ سماج جو اقبال کا نصب العین تھا اشتراکی نصب العین سے ملتا جلتا ہے لیکن درحقیقت وہ اشتراکیت سے بہت بلند اور اسلامی تصورات کا صحیح عکس ہے جہاں اس مفکر شاعر نے ہندوستان کے مسئلہ آزادی کا حل ۱۹۳۰ء میں یہ بتایا کہ مسلمانوں کو ان مخصوص علاقوں میں اپنی آزاد حکومت قائم کرنے کا حق ملے وہاں خدا کی جانب سے فرشتوں کو یہ انقلابی پیغام بھی دیا۔

اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو　　　کاخِ امراء کے در و دیوار ہلا دو

آج ہم اقبال کے مبارک خواب کی تعبیر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ جبر و ظلم شہنشاہیت استبداد کی طاقتیں ہر ملک میں زوال پذیر ہیں ہر جگہ عوام منظم و متحد ہو کر اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ جمہوریت کا پرچم ہر ملک میں بلند ہو رہا ہے اور وہ دن اب دور نہیں جس کی پیشین گوئی ڈاکٹر اقبال نے اپنے ان اشعار میں کی ہے۔

فروغِ خاکیاں از نوریاں افزوں شود روزے
زمیں از کوکبِ تقدیرِ با گردوں شود روزے
جہازِ ما کہ او را پرورش کردند طوفانہا
زگردابِ سپہرِ نیلگوں بیروں شود روزے

© rasailojaraid.com